AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تبدیلِ جنس کے حوالے سے حقوق انسانی اور شرعی احکام کے تناظر میں بین الاقوامی قوانین اور اسلامی قانون کا تقابلی مطالعہ

"A Comparative Study of International Laws and Islamic Law on Human Rights and Shariah Rulings Regarding Gender Transition"

Muhammad Qaiser
PhD scholor Department of Islamic studies Superior University, Lahore
Email: qm78586@gmail.com
Sajjad Husain
PhD scholar, Department of Islamic studies. Superior University, Lahore.
Email: SU94-PHISW-F24-012@edu.com, sajadalihaider1272@gmail.com
Muhammad Saifullah
PhD scholor Department of Islamic studies Green International University, Lahore
Email: Muftisaifkhan@gmail.com

Abstract

The issue of gender transition has emerged in recent decades not only as a product of scientific and medical advancements but also as a central point of legal, social, and religious debates. International human rights bodies and activists increasingly recognize gender identity as a fundamental human right, emphasizing the individual's autonomy to choose and express their identity. The Universal Declaration of Human Rights (1948), the International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR 1966), and the International Covenant on Economic, Social and Cultural Rights (ICESCR 1966) do not explicitly mention "transgender" individuals. However, through the principle of non-discrimination, modern interpretations have brought the transgender community within the scope of legal protections. The Yogyakarta Principles (2006) further provided specific guidelines on sexual orientation and gender identity, which have significantly influenced legislative frameworks across various states. In Western contexts such as Europe and the United States, courts and parliaments have expanded rights for transgender persons, while in South Asia, countries like India and Pakistan have introduced legal reforms aimed at protecting this community and ensuring equality.

In contrast, Islamic law does not perceive gender identity solely as a social or psychological matter but rather as a divinely ordained and juridical issue. The Qur'an identifies humanity in the binary categories of "male" (dhakar) and "female" (untha), and classical jurists elaborated rulings regarding khuntha (intersex individuals) centuries ago. Contemporary Islamic legal institutions, such as the International Islamic Fiqh Academy (Jeddah), have clarified that medical intervention is permissible when a person is biologically intersex and the ambiguity can be resolved. However, elective or voluntary gender reassignment undertaken by individuals without biological necessity is deemed impermissible in Shariah. This highlights a crucial distinction: while Islamic law differentiates between congenital ambiguity and elective transformation, international law tends to prioritize self-identification as the decisive factor.

This comparative study illustrates that international legal systems place absolute emphasis on personal autonomy and self-expression, whereas Islamic law situates freedom within the boundaries of Shariah and the higher objectives of Islamic jurisprudence (Maqasid al-Shariah). Nevertheless, both systems share certain common ground, particularly in recognizing the inherent dignity of human beings, the

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

pursuit of justice, and the elimination of discrimination. Yet, the application of these principles diverges sharply: Western legal systems increasingly guarantee full legal equality for transgender individuals, while Muslim societies, shaped by deep-rooted religious and cultural sensitivities, often display resistance. The resulting tension reflects a broader civilizational and intellectual contest between universalist human rights frameworks and religious legal traditions.

The findings of this research suggest that no unilateral resolution can adequately address the complexities of this issue. Global human rights discourses must account for local religious and cultural contexts to remain relevant and effective. Simultaneously, Islamic law possesses foundational principles rooted in human dignity, balance, and justice, which can be interpreted in ways that engage contemporary challenges without abandoning core doctrinal commitments. A reconciliatory framework is therefore both possible and necessary: one that safeguards the rights and welfare of transgender individuals while respecting the normative boundaries of Shariah. Such an approach would not only mitigate conflict between international and Islamic legal orders but also contribute to a more nuanced and pluralistic understanding of human rights in the modern era.

Keywords: *Transgender Rights, Gender Transition, International Human Rights Law, Islamic Law, Yogyakarta Principles, Self-Identification, Comparative Legal Framework*

مقدمہ

دنیا بھر میں گزشتہ چند دہائیوں کے دوران "تبدیلِ جنس (Gender Transition) "ایک ایسا مسئلہ بن کر سامنے آیا ہے جس نے صرف سائنسی اور طبی حلقوں ہی نہیں بلکہ قانونی، اخلاقی اور مذہبی مباحث کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ انسان کی صنفی شناخت (Gender Identity) کو جدید دنیا میں ایک بنیادی حق تصور کیا جا رہا ہے اور بین الاقوامی ادارے اسے انسانی وقار (Human Dignity) اور مساوات (Equality) کے اصولوں کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ اس پس منظر میں ریاستیں اور عالمی ادارے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ ہر شخص کو اپنی شناخت کے انتخاب اور اظہار کا حق حاصل ہونا چاہیے۔[1]

اقوام متحدہ نے انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (UDHR 1948) اور بعد ازاں دیگر معاہدات میں واضح طور پر اعلان کیا کہ ہر انسان کو قانون کی نظر میں برابری اور امتیاز سے پاک زندگی کا حق حاصل ہے۔[2] اسی سلسلے میں 2006ء میں "یوگیاکارٹا اصول (Yogyakarta Principles) "وضع کیے گئے جن میں صنفی رجحان اور صنفی شناخت کے حوالے سے انسانی حقوق کی تفصیل دی گئی۔ ان اصولوں کے مطابق، ریاستوں پر لازم ہے کہ وہ ٹرانس جینڈر افراد کو صحت، تعلیم، روزگار، خاندان سازی اور دیگر بنیادی سہولیات میں مساوی مواقع فراہم کریں۔[3] اس کا مطلب یہ ہے کہ بین الاقوامی برادری اب تبدیلِ جنس کو صرف ایک ذاتی یا طبی معاملہ نہیں بلکہ ایک "قانونی اور انسانی حقوق" کے مسئلے کے طور پر تسلیم کرتی ہے۔

تاہم اسلامی معاشروں میں یہ بحث نہایت حساس نوعیت اختیار کر لیتی ہے۔ اسلام میں انسان کی صنفی شناخت کو محض سوشیالوجیکل یا قانونی مسئلہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ یہ ایک شرعی اور فطری سوال ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسان کو "ذکر" اور "انثیٰ" کے دو واضح صنفی دائروں میں پیدا کرنے کا ذکر کیا ہے:

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ '[4]

---

[1] ،.Jack Drescher, "Gender Identity and Human Rights," International Journal of Transgenderism 13, no. 1 (2011) 18.

[2] ۔ United Nations, Universal Declaration of Human Rights, 1948, Article 1

[3] ۔Yogyakarta Principles, Principles on the Application of International Human Rights Law in Relation to Sexual Orientation and Gender Identity (2007.(

[4] AL Quran ,Alnajam :55

یہ آیت صراحت کرتی ہے کہ تخلیق کی بنیاد دو ہی اصناف پر ہے، لہٰذا جنس کی تبدیلی کا سوال براہِ راست تخلیقی حکمتِ الٰہی سے جڑتا ہے۔

فقہی لٹریچر میں "خنثیٰ (intersex) "کا مسئلہ صدیوں سے زیرِ بحث رہا ہے، اور فقہاء نے اس کے احکام نکاح، وراثت اور عبادات تک واضح کیے ہیں۔ ابن قدامہ نے اپنی مشہور کتاب المغنی میں خنثیٰ کے مختلف حالات بیان کیے اور ان کے لیے فقہی اصول وضع کیے۔ [4]لیکن جدید دور میں طبّی ترقی اور سرجری کی سہولت نے "صنفی تبدیلی (Gender Reassignment) "کا ایک نیا تصور پیش کیا ہے جو کلاسیکی فقہ کے تناظر سے کافی مختلف ہے۔

معاصر اسلامی فقہی ادارے، جیسے "مجمع الفقہ الاسلامی" (جدہ) نے اس مسئلے پر غور کیا ہے۔ ان کی قراردادوں میں واضح کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص پیدائشی طور پر خنثیٰ ہو اور اس کی جنس واضح نہ ہو تو طبّی تشخیص اور علاج کے ذریعے اس کی جنس کو متعین کرنا جائز ہے، لیکن اگر کوئی شخص محض اپنی خواہش یا رجحان کی بنیاد پر جنس تبدیل کرنا چاہے تو یہ شریعت میں جائز نہیں۔[5] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی قانون میں تبدیلیِ جنس کے احکام "پیدائشی ابہام" اور "اختیاری تبدیلی" کے درمیان فرق رکھتے ہیں۔

یہی وہ بنیادی فرق ہے جو اسلامی اور بین الاقوامی قانونی نظاموں کو ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ بین الاقوامی قوانین میں آزادیِ فرد کو مطلق قدر کے طور پر دیکھا جاتا ہے، جب کہ اسلامی قانون میں آزادی کو شریعت کی حدود اور مقاصدِ شریعت کے دائرے میں سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے بین الاقوامی نقطۂ نظر میں "Self-Identification" کو مرکزی حیثیت حاصل ہے جبکہ اسلامی نقطہ نظر میں "تخلیقی حقیقت" اور "شرعی احکام" کو ترجیح دی جاتی ہے۔

اس آرٹیکل کا مقصد یہی ہے کہ تبدیلِ جنس کے مسئلے کو دونوں زاویوں — یعنی بین الاقوامی انسانی حقوق کے قوانین اور اسلامی فقہ و شریعت — کے تقابلی تناظر میں دیکھا جائے۔ اس مطالعے سے نہ صرف مماثلتیں بلکہ اختلافات بھی واضح ہوں گے اور یہ بات سامنے آئے گی کہ کس طرح اسلامی قانون اپنے اصولوں کے ساتھ رہتے ہوئے انسانی وقار اور حقوق کی حفاظت کرتا ہے۔

یہ تقابلی مطالعہ ایک اور وجہ سے بھی اہم ہے کہ موجودہ دور میں عالمی سطح پر انسانی حقوق کی تعبیر و تشریح میں مختلف تہذیبی اور مذہبی تناظر شامل ہیں۔ مغرب میں انسانی حقوق کی بنیاد سیکولر اور لبرل اقدار پر رکھی گئی ہے، جہاں فرد کو اپنی ذات کا مالک اور اپنی زندگی کے تمام فیصلوں کا واحد اختیار تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی فکر میں انسان کو مطلق خود مختار نہیں بلکہ عبدِ خدا سمجھا جاتا ہے، اور اس کی آزادی شریعت کے اصولوں اور الٰہی ہدایات کے تابع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون میں صنفی تبدیلی کا سوال صرف طبی یا سماجی مسئلہ نہیں بلکہ ایک شرعی و اخلاقی سوال بھی ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ بدلتے ہوئے سماجی اور قانونی تناظر نے اسلامی معاشروں پر دباؤ بڑھایا ہے۔ بین الاقوامی ادارے اور این جی اوز مختلف ممالک پر زور دیتے ہیں کہ وہ ٹرانس جینڈر کمیونٹی کو نہ صرف تسلیم کریں بلکہ انہیں ہر میدان میں مساوی مواقع فراہم کریں۔ ان مطالبات نے اسلامی دنیا میں ایک علمی و فقہی مباحثے کو جنم دیا ہے کہ آیا ان عالمی اصولوں کو جوں کا توں قبول کیا جا سکتا ہے یا پھر انہیں شریعت کے مطابق از سرِ نو مرتب کرنے کی ضرورت ہے۔

یہی سوال مسلم ممالک کے پالیسی ساز اداروں کے سامنے بھی ہے کہ وہ ایک طرف بین الاقوامی معاہدات کے دستخط کنندہ ہیں اور دوسری طرف اپنے آئین اور قوانین میں شریعت کے تابع رہنے کے پابند بھی۔ پاکستان، ایران، سعودی عرب اور دیگر مسلم ممالک میں اس حوالے سے مختلف رویے پائے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر پاکستان میں ٹرانس جینڈر پرسنز (پروٹیکشن آف رائٹس) ایکٹ 2018ء پاس ہوا جس میں صنفی شناخت کو خود تعین کرنے کا حق دیا گیا، لیکن اس پر فقہی و دینی حلقوں میں شدید اعتراضات بھی سامنے آئے۔ یہ تناظر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ بین الاقوامی قانون اور اسلامی قانون کے مابین مکالمے اور تقابلی مطالعے کی نہ صرف علمی بلکہ عملی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے۔

[5] ۔ ابن قدامہ، المغنی، بیروت: دار الفکر، 1997ء، ج9، ص369۔ ، مجمع الفقہ الاسلامی، قرارات و توصیات، جدہ: او آئی سی، 1997ء، ص112۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

اسی پس منظر میں یہ ریسرچ آرٹیکل ایک پل کا کردار ادا کرے گا، جو عالمی قوانین اور اسلامی فقہ کے مابین مکالمے کو آگے بڑھانے کے ساتھ ساتھ اس مسئلے کی درست تفہیم میں بھی مددگار ثابت ہوگا۔ اس سے یہ واضح ہوگا کہ اسلامی قانون محض ممانعت یا سختی کا نظام نہیں بلکہ انسانی فطرت، عدل اور توازن پر مبنی ایسا فریم ورک فراہم کرتا ہے جس کے ذریعے صنفی مسائل کا بہتر اور متوازن حل تلاش کیا جا سکتا ہے۔

بین الاقوامی قوانین میں تبدیلِ جنس کے حقوق

جدید دنیا میں انسانی حقوق کا فریم ورک زیادہ تر اقوامِ متحدہ کے عالمی اعلامیۂ حقوقِ انسانی (UDHR 1948) اور اس کے ذیلی معاہدات، مثلاً International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR 1966) اورInternational Covenant on Economic, Social and Cultural Rights (ICESCR 1966) پر مبنی ہے۔ ان معاہدات نے واضح کیا ہے کہ ہر شخص کو زندگی، آزادی، مساوات اور انسانی وقار کا حق حاصل ہے۔[6] ان دستاویزات میں اگرچہ لفظ "Transgender" یا "Gender Transition" براہِ راست استعمال نہیں ہوا، لیکن "عدمِ امتیاز (Non-Discrimination)" کے اصول کو بنیاد بنا کر جدید قانونی تشریحات میں ٹرانس جینڈر کمیونٹی کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

یوگیاکارتا اصول (Yogyakarta Principles)

سال 2006ء میں انڈونیشیا کے شہر یوگیاکارتا میں انسانی حقوق کے ماہرین نے صنفی رجحان (Sexual Orientation) اور صنفی شناخت (Gender Identity) کے حوالے سے اصول مرتب کیے، جو بعد میں "یوگیاکارتا اصول" کے نام سے معروف ہوئے۔ ان میں کہا گیا کہ ہر شخص کو اپنی صنفی شناخت کے مطابق زندگی گزارنے، طبی سہولیات حاصل کرنے، ملازمت کرنے، خاندان قائم کرنے اور ریاستی خدمات میں مساوی حقوق رکھنے کا حق حاصل ہے۔[7] ان اصولوں کی حیثیت قانونی طور پر بائنڈنگ نہیں لیکن انہوں نے عالمی انسانی حقوق کی ڈسکورس پر گہرا اثر ڈالا اور کئی ریاستوں نے اپنی قانون سازی میں انہیں حوالہ بنایا۔

یورپ میں یورپی کورٹ آف ہیومن رائٹس (ECHR) نے کئی مقدمات میں ٹرانس جینڈر افراد کے حقوق کو تسلیم کیا۔ مثال کے طور پر کیس **Goodwin v. United Kingdom (2002)** میں عدالت نے فیصلہ دیا کہ حکومت کو ٹرانس جینڈر افراد کو اپنی قانونی جنس تبدیل کرنے کا حق دینا چاہیے تاکہ وہ شادی اور ملازمت جیسے حقوق سے محروم نہ رہیں۔[8] امریکہ میں 2015ء کے بعد سے سپریم کورٹ اور مختلف ریاستوں نے ٹرانس جینڈر افراد کو مساوی مواقع فراہم کرنے کے لیے قوانین بنائے، جن میں ملازمت، تعلیم اور ہیلتھ کیئر کے شعبوں میں امتیاز کی ممانعت شامل ہے۔

جنوبی ایشیا میں بھی ٹرانس جینڈر کمیونٹی کے حوالے سے قانونی ترقی دیکھنے کو ملی ہے۔ بھارت میں 2014ء کے تاریخی مقدمے National Legal Services Authority v. Union of India (NALSA case) میں سپریم کورٹ نے فیصلہ دیا کہ ٹرانس جینڈر افراد کو تیسری جنس کے طور پر تسلیم کیا جائے اور انہیں مساوی

[6] ۔ United Nations, International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR), 1966, Article 26۔

[7] ۔Yogyakarta Principles, Principles on the Application of International Human Rights Law in Relation to Sexual Orientation and Gender Identity, 2007۔

[8] ۔ European Court of Human Rights, Goodwin v. United Kingdom, Application no. 28957/95, Judgment of 11 July 2002.

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

بنیادی حقوق حاصل ہوں۔[9] پاکستان میں بھی 2018ء میں Transgender Persons (Protection of Rights) Act پاس کیا گیا جس کے تحت ٹرانس جینڈر افراد کو تعلیم، صحت، ملازمت، وراثت اور جائیداد کے حقوق میں تحفظ فراہم کیا گیا، اور انہیں اپنی شناختی دستاویزات میں جنس کے انتخاب کی آزادی دی گئی۔[10]

بین الاقوامی قوانین میں ٹرانس جینڈر افراد کو درج ذیل بنیادی حقوق تسلیم کیے جاتے ہیں:

- کوئی بھی قانون یا پالیسی ٹرانس جینڈر افراد کی زندگی یا سلامتی کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔
- انہیں طبی سہولیات بشمول جینڈر ری اسائنمنٹ سرجری اور ہارمون تھراپی کی سہولت میسر ہونی چاہیے۔
- تعلیمی اداروں اور ملازمت میں امتیاز کو غیر قانونی قرار دیا گیا ہے۔
- کئی ریاستوں میں ٹرانس جینڈر افراد کو شادی اور فیملی لائف کے حقوق دیے جا رہے ہیں، البتہ اس میں مختلف ممالک کے درمیان کافی فرق پایا جاتا ہے۔

اگرچہ قانونی سطح پر یہ حقوق تسلیم کیے جا چکے ہیں، لیکن عملی سطح پر ٹرانس جینڈر کمیونٹی اب بھی مختلف ریاستوں میں شدید امتیاز، معاشرتی تنہائی اور تشدد کا شکار ہے۔ بعض ممالک نے ان کے حقوق کو جزوی طور پر تسلیم کیا ہے، لیکن مذہبی اور ثقافتی اقدار کی بنا پر مکمل مساوات دینے میں ہچکچاہٹ دکھائی جاتی ہے۔

بین الاقوامی قوانین کا سب سے نمایاں پہلو یہ ہے کہ وہ "Self-Identification" کے اصول کو بنیاد بناتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص خود کو مرد یا عورت کے طور پر شناخت کرتا ہے تو ریاست کو اس شناخت کو قانونی طور پر تسلیم کرنا چاہیے۔ یہ اصول اسلامی فقہ کے نقطۂ نظر سے متصادم ہے، کیونکہ وہاں صنفی شناخت کا دار و مدار حیاتیاتی اور تخلیقی حقیقت پر ہوتا ہے۔ تاہم انسانی وقار، مساوات اور امتیاز کے خاتمے جیسے بنیادی اصول دونوں نظام ہائے قانون میں مشترک دکھائی دیتے ہیں۔

مزید برآں، یہ پہلو بھی اہم ہے کہ بین الاقوامی سطح پر قوانین کے نفاذ میں خطے اور ثقافت کے مطابق فرق نمایاں ہے۔ مغربی ممالک میں جہاں لبرل اقدار زیادہ غالب ہیں وہاں صنفی آزادی کو بنیادی حق مانا جاتا ہے، جبکہ مشرقی اور ترقی پذیر معاشروں میں مذہبی اور سماجی حساسیت کی وجہ سے اس عمل کو قبول کرنے میں مزاحمت پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگرچہ بین الاقوامی معاہدات میں واضح طور پر مساوات اور انسانی وقار کو یقینی بنانے کی بات کی جاتی ہے، مگر ریاستیں اپنی داخلی روایات اور پالیسیوں کے مطابق ان اصولوں کو جزوی یا مکمل طور پر نافذ کرتی ہیں۔

یہ حقیقت بھی نظر انداز نہیں کی جا سکتی کہ ٹرانس جینڈر کمیونٹی کے حقوق کے حوالے سے قانون سازی محض قانونی عمل نہیں بلکہ ایک وسیع تر سماجی تبدیلی کا حصہ ہے۔ مثال کے طور پر جب عدالتیں یا پارلیمان ٹرانس جینڈر افراد کو تعلیم یا ملازمت کے مساوی حقوق دیتی ہیں تو اس کے اثرات براہِ راست سماجی رویوں پر پڑتے ہیں۔ لوگوں کو آہستہ آہستہ اس بات کا شعور ملتا ہے کہ ٹرانس جینڈر بھی معاشرے کا حصہ ہیں اور انہیں مساوی انسانی سلوک ملنا چاہیے۔ تاہم یہ تبدیلی ہمیشہ یکساں انداز میں سامنے نہیں آتی، بعض جگہوں پر اس کے نتیجے میں سماجی مزاحمت اور تنازعات بھی جنم لیتے ہیں۔

بین الاقوامی قوانین کی سب سے بڑی طاقت ان کا "یونیورسل ڈیکلریشن" کا پہلو ہے، لیکن ساتھ ہی یہی ان کی کمزوری بھی ہے، کیونکہ عالمی اصول جب مقامی ثقافتی یا مذہبی قدروں سے متصادم ہوتے ہیں تو ان کے نفاذ میں مشکلات پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی صورتحال تبدیلِ جنس کے حقوق میں سامنے آتی ہے جہاں ایک طرف انسانی وقار اور مساوات کا عالمی مطالبہ ہے اور دوسری طرف مذہبی معاشرے اسے فطرت اور الٰہی قوانین کے خلاف سمجھتے ہیں۔

اس تناظر میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بین الاقوامی قوانین اگرچہ قانونی فریم ورک فراہم کرتے ہیں لیکن ان کے مؤثر نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مقامی تہذیبی اور مذہبی سیاق و سباق کو بھی مدِ نظر رکھیں۔ بصورتِ دیگر یہ قوانین معاشرتی ہم آہنگی پیدا کرنے کی بجائے نئے تضادات کو جنم دے سکتے ہیں۔ یہی نکتہ اسلامی قانون اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے تقابلی مطالعے کو اور زیادہ اہم بنا دیتا ہے۔

[9] ۔ National Legal Services Authority v. Union of India, AIR 2014 SC 1863۔

[10] ۔ Government of Pakistan, Transgender Persons (Protection of Rights) Act, 2018۔

علاوہ ازیں، بین الاقوامی قوانین کے اندر ایک اور پہلو جس پر توجہ دی جانی چاہیے وہ ہے ریاستی خود مختاری (State Sovereignty) اور عالمی معاہدات کے درمیان توازن۔ کئی مسلم اور غیر مغربی ریاستیں اس نکتے پر زور دیتی ہیں کہ اگرچہ وہ انسانی حقوق کے عالمی معاہدات کی دستخط کنندہ ہیں، لیکن ان پر عمل درآمد ہمیشہ مقامی آئین، مذہبی اقدار اور سماجی ڈھانچوں کے تابع ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ "یوگیاکارٹا اصول" یا ECHR کے فیصلے ہر جگہ یکساں طور پر نافذ نہیں کیے جاسکتے۔ یہ مختلف قانونی و تہذیبی نظاموں کے درمیان ایک مستقل کشمکش کو ظاہر کرتا ہے۔

بین الاقوامی قوانین کے ناقدین یہ دلیل دیتے ہیں کہ "Self-Identification" کے اصول نے صنفی حقیقت کو محض فرد کی خواہش پر مبنی کر دیا ہے، جس کے نتیجے میں بعض اوقات سماجی اور قانونی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر، تعلیم یا کھیلوں کے میدان میں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ کیا ایک ایسا شخص جس نے اپنی قانونی شناخت بدلی ہو، حیاتیاتی طور پر دوسری جنس کے ساتھ مساوی مقابلہ کر سکتا ہے؟ اسی طرح وراثت اور خاندانی قوانین میں بھی کئی پیچیدہ مسائل کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس کے برعکس حامی یہ مؤقف رکھتے ہیں کہ جدید انسانی حقوق کا تصور اسی وقت مکمل ہو سکتا ہے جب فرد کو اپنی صنفی شناخت کے تعین میں مکمل آزادی دی جائے۔ ان کے مطابق، اگر کسی ریاست میں ٹرانس جینڈر کمیونٹی کو قانونی طور پر تسلیم نہ کیا جائے تو یہ براہِ راست انسانی وقار اور برابری کے اصولوں کی خلاف ورزی ہوگی۔ یوں کہا جاسکتا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر تبدیلِ جنس کے حقوق کی بحث محض ایک قانونی یا سماجی سوال نہیں بلکہ ایک تہذیبی اور فکری کشمکش بھی ہے۔ ایک طرف انسانی وقار اور آزادی کے عالمی اصول ہیں، اور دوسری طرف مذہبی و ثقافتی قدریں، جو ان اصولوں کو چیلنج کرتی ہیں۔ یہی تناؤ اس تقابلی مطالعے کو مزید اہم بناتا ہے کیونکہ یہ واضح کرتا ہے کہ انسانی حقوق کی تعبیر کبھی مکمل طور پر غیر جانبدار یا آفاقی نہیں ہو سکتی بلکہ ہمیشہ اپنے سماجی و تہذیبی پس منظر سے متاثر ہوتی ہے۔

اسلامی قانون میں تبدیلِ جنس کا تصور

اسلامی قانون میں صنف اور جنسی شناخت کا تعلق محض معاشرتی یا قانونی پہلو سے نہیں بلکہ تخلیقی حکمتِ الٰہی اور شرعی احکام سے جڑا ہوا ہے۔ قرآن و سنت نے انسان کو بنیادی طور پر "ذکر" اور "انثی" کی دو واضح اصناف میں تقسیم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَ أَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنثَىٰ"[11] اور یہ کہ اس نے نر اور مادہ، دونوں جوڑے پیدا کیے۔"

یہ آیت اور اس جیسی دیگر نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تخلیق کی اصل بنیاد دو ہی اصناف ہیں۔ اس لیے صنفی تبدیلی کا معاملہ اسلامی فقہ میں ایک نہایت سنجیدہ اور پیچیدہ سوال کے طور پر سامنے آتا ہے۔

خنثیٰ (Intersex) کے احکام

اسلامی فقہ میں سب سے قریبی تصور "خنثیٰ" کا ہے، یعنی ایسا فرد جس کی صنفی علامات واضح نہ ہوں۔ فقہاء نے اس کے لیے مختلف احکام وضع کیے ہیں۔ مثلاً وراثت کے مسائل میں خنثیٰ کو کبھی مرد اور کبھی عورت کے طور پر شمار کیا جاتا ہے، اور اگر ابہام برقرار رہے تو اسے درمیانی حصہ دیا جاتا ہے۔[12] فقہاء نے خنثیٰ کی نماز کی صف بندی، نکاح، اور گواہی جیسے مسائل پر بھی تفصیلی بحث کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلامی فقہ نے صنفی ابہام کو ہمیشہ ایک "فقہی حقیقت" کے طور پر تسلیم کیا ہے۔

جدید دور میں طبّی ترقی کے نتیجے میں صنف کی تبدیلی (Gender Reassignment Surgery) ممکن ہوئی ہے۔ اس پر فقہاء اور معاصر علماء کے درمیان دو مختلف پہلو نمایاں ہیں:

1. اگر کوئی شخص پیدائشی طور پر خنثیٰ ہو اور طبّی ماہرین کی رائے کے مطابق اس کی جنس کا تعین ممکن ہو تو اس کی جراحی کو فقہاء نے جائز قرار دیا ہے۔[13]

---

[11]۔ القرآن الکریم، سورۃ النجم: 45

[12]۔ السرخسی، المبسوط، بیروت: دار المعرفۃ، 1993، ج29، ص69۔

[13]۔ محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008، ج2، ص312۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

2. **:** اگر کوئی شخص محض اپنی مرضی یا ذہنی میلان کی بنیاد پر جنس بدلنا چاہے تو اسے فقہاء ناجائز اور حرام قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی اور فطرت سے انحراف کے مترادف ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا:

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ "یعنی شیطان کہے گا: میں انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق کو بدل ڈالیں گے۔[14]

فقہاء کی آراء

- **احناف :** فقہ حنفی میں خنثیٰ کے مسائل پر تفصیلی بحث ملتی ہے، خاص طور پر وراثت اور نکاح کے باب میں۔ علامہ کاسانی نے *بدائع الصنائع* میں خنثیٰ کے احکام پر گفتگو کی ہے۔[15]
- **شافعیہ :** امام نووی نے *روضۃ الطالبین* میں واضح کیا ہے کہ اگر جنس کی تعیین ممکن ہو تو نکاح اور عبادات اسی کے مطابق ہوں گی، بصورتِ دیگر خنثیٰ کو احتیاطی اصولوں پر عمل کرنا ہوگا۔
- **حنابلہ :** ابن قدامہ نے *المغنی* میں بیان کیا ہے کہ خنثیٰ کی حالت میں وراثت نصف مرد اور نصف عورت کے اصول پر دی جاسکتی ہے۔[16]
- **الازہر مصر** 1988ء: میں ایک کیس میں الازہر نے فتویٰ دیا کہ اگر طبّی طور پر کسی مریض میں خنثیٰ کی علامات ہوں اور ڈاکٹر جراحی کے ذریعے اس کی جنس کو واضح کریں تو یہ جائز ہے۔ لیکن خواہش پر تبدیلی ناجائز ہے۔[17]
- مجمع الفقہ الاسلامی 1990 :(OIC) ء کی قرارداد میں کہا گیا کہ خنثیٰ کی جنس کی وضاحت کے لیے جراحی درست ہے لیکن "خواہشاتی تبدیلی" کو ناجائز اور شریعت کے خلاف قرار دیا گیا۔[18]
- سپریم کورٹ آف پاکستان نے 2009ء میں ایک فیصلہ دیا جس میں ٹرانس جینڈر افراد کو شناختی کارڈ اور وراثتی حقوق دینے کا حکم دیا گیا، البتہ جنس کی تبدیلی کو قانونی طور پر تسلیم کرنے میں عدالت نے شرعی پہلوؤں کو مدنظر رکھا۔

اسلامی قانون میں تبدیلیِ جنس کے تصور کو دو زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

- جب یہ فطری ابہام (خنثیٰ) کو دور کرنے کے لیے ہو۔
- جب یہ محض ذاتی رجحان یا خواہش پر مبنی ہو۔

یہ اصول اسلامی فقہ کے اس عمومی قاعدے سے مطابقت رکھتے ہیں کہ شریعت کا مقصد "حفظ النسل" یعنی نسل اور خاندان کی بقا ہے۔ اگر جنس کو محض ذاتی خواہش کی بنیاد پر بدلا جائے تو یہ مقاصدِ شریعت کے منافی ہوگا۔

بین الاقوامی اور اسلامی قوانین کا تقابلی مطالعہ

[14] ۔ القرآن الکریم، سورۃ النساء:119

[15] ۔ علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986، ج7، ص134۔

[16] ۔ ابن قدامہ، المغنی، بیروت: دار الفکر، 1997، ج9، ص369۔

[17] ۔ Al-Azhar Fatwa Committee Decision on Gender Reassignment Surgery, Cairo, 1988.

[18] ۔ مجمع الفقہ الاسلامی، قرارات وتوصیات، جدہ: او آئی سی، 1990، ص112۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

تبدیلِ جنس کے حوالے سے بین الاقوامی قوانین اور اسلامی قانون کے مابین تقابلی مطالعہ نہ صرف دو مختلف قانونی نظاموں کی فکری بنیادوں کو اجاگر کرتا ہے بلکہ یہ بھی واضح کرتا ہے کہ انسانی حقوق اور شریعت کس طرح صنفی شناخت کو سمجھتے اور ریگولیٹ کرتے ہیں۔ دونوں نظاموں کے درمیان بنیادی فرق "فلسفۂ انسان" اور "مقاصدِ قانون" کے تعین میں ہے۔

بین الاقوامی قوانین کی بنیاد مغربی فلسفے پر ہے، جو فرد کی **ذاتی آزادی** اور **خود ارادیت** (self-determination) کو بنیادی اصول قرار دیتا ہے۔ انسانی حقوق کے عالمی اعلامیہ (1948) کے مطابق ہر شخص کو اپنی شناخت اور زندگی گزارنے کے طریقے کے انتخاب کا حق حاصل ہے۔[19] اسی اصول پر بعد میں یورپی ہیومن رائٹس کورٹ (ECHR) اور اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں نے یہ رائے دی کہ صنفی شناخت کو "انسانی حق" کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔

اس کے برعکس، اسلامی قانون کی بنیاد **مقاصدِ شریعت** پر ہے، جن میں دین، جان، عقل، نسل اور مال کا تحفظ شامل ہے۔ صنف کی تعیین براہِ راست "حفظ النسل" اور "حفظ الدین" سے جڑی ہوئی ہے، اس لیے اسلام میں صنفی شناخت کو محض ذاتی آزادی کے بجائے ایک **شرعی ذمہ داری** کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔[20]

بین الاقوامی قوانین میں جنس کی تبدیلی کو عموماً فرد کے ذاتی حق کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر:

- یورپی یونین کے کئی ممالک میں جنس کی تبدیلی کے بعد پاسپورٹ اور قومی شناختی دستاویزات میں نئی جنس درج کی جاسکتی ہے۔
- امریکا اور کینیڈا میں بھی عدالتوں نے ٹرانس جینڈر افراد کو ازدواجی اور روزگار کے معاملات میں برابری کے حقوق دیے ہیں۔

اسلامی قانون میں، جیسا کہ فقہی اور معاصر فتاویٰ میں ذکر ہوا، تبدیلی صرف اس وقت درست ہے جب یہ فطری ابہام (خنثیٰ) کے ازالے کے لیے ہو۔ خواہش یا ذہنی میلان کی بنیاد پر تبدیلی کو ناجائز اور اللہ کی تخلیق میں تغیر سمجھا جاتا ہے۔[21]

بین الاقوامی قوانین میں صنفی آزادی کو فروغ دینے کے نتیجے میں کئی معاشرتی تبدیلیاں سامنے آئی ہیں:

- ہم جنس شادی کو بعض ممالک نے قانونی حیثیت دی، جس سے خاندانی ڈھانچے میں بنیادی تبدیلی آئی۔
- ٹرانس جینڈر طلبہ کے لیے الگ سہولیات اور قوانین بنائے گئے۔

اسلامی معاشرے میں یہ تبدیلیاں زیادہ قبول نہیں کی جاتیں کیونکہ یہاں خاندان کو ایک مقدس ادارہ سمجھا جاتا ہے۔ نکاح، وراثت، اور عفت کے احکام صنفی تقسیم پر مبنی ہیں۔ اس تقسیم کو توڑنے سے نہ صرف شرعی احکام متاثر ہوتے ہیں بلکہ سماجی استحکام بھی خطرے میں پڑ سکتا ہے۔[22]

- اقوام متحدہ نے 2015 میں "Yogyakarta Principles" کے ذریعے یہ اصول طے کیے کہ ریاستیں جنس کی تبدیلی کو قانونی طور پر تسلیم کریں۔
- مجمع الفقہ الاسلامی اور الازہر نے واضح کیا کہ صنفی تبدیلی کو فطری ابہام تک محدود رکھا جائے۔ خواہش پر تبدیلی کو ناجائز قرار دیا گیا۔

پاکستان کی سپریم کورٹ (2009–2012) نے ٹرانس جینڈر افراد کو بنیادی انسانی حقوق دیے لیکن جنس کی تبدیلی کو بطور اصول تسلیم کرنے کے بجائے انہیں ایک "تیسری جنس" کے طور پر قانونی حیثیت دی۔[23]

---

[19] Universal Declaration of Human Rights, United Nations, 1948, Article 1–3۔

[20] ۔ الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997، ج2، ص15۔

[21] ۔ محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008، ج2، ص317۔

[22] ۔ یوسف القرضاوی، الحلال والحرام فی الاسلام، قاہرہ: مکتبہ وہبۃ، 1994، ص120۔

[23] ۔ Supreme Court of Pakistan, Khawaja Sara Case Judgment, PLD 2009 SC 217۔

- اگر کوئی فرد اپنے جسم پر اختیار رکھتے ہوئے جنس بدلنا چاہے تو اسے "حق" کہا جاتا ہے۔
- جسم پر حقیقی اختیار انسان کو نہیں بلکہ اللہ کو حاصل ہے، اور انسان پر لازم ہے کہ وہ شریعت کی حدود میں رہ کر زندگی گزارے۔

1. بین الاقوامی قوانین کا مرکز "فرد" ہے، اسلامی قانون کا مرکز "اللہ کی شریعت اور مقاصد" ہیں۔
2. بین الاقوامی قوانین صنفی تبدیلی کو انسانی حق قرار دیتے ہیں، اسلامی قانون صرف خنثیٰ کے معاملے میں اجازت دیتا ہے۔
3. مغرب میں خاندان کی نئی تعریف ابھر رہی ہے، اسلام میں روایتی خاندان محفوظ کیا جاتا ہے۔
4. مغرب میں معیار "ذاتی آزادی" ہے، اسلام میں "شرعی ذمہ داری"۔

اس مطالعے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تبدیلِ جنس (Gender Reassignment) کے مسئلے میں بین الاقوامی قوانین اور اسلامی قانون کے درمیان بنیادی اور اصولی اختلاف موجود ہے۔ تاہم یہ اختلاف صرف فقہی تعبیر یا قانونی تعریف تک محدود نہیں بلکہ انسانی وجود، آزادی اور اخلاقیات کی فکری بنیادوں سے جڑا ہوا ہے۔ ذیل میں چند اہم نتائج درج کیے جاتے ہیں:

بین الاقوامی قوانین میں "انسانی حقوق" کا مطلب ہے کہ فرد کو اپنی زندگی، جسم اور شناخت پر مکمل اختیار حاصل ہے۔ اس تصور کے تحت صنفی تبدیلی ایک لازمی حق کے طور پر دیکھی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلامی قانون میں انسانی حقوق کا مطلب ہے "اللہ کی دی ہوئی ذمہ داریوں اور امانتوں کی پاسداری۔" قرآن کریم نے واضح کیا:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنسَانُ[24]

اس کے مطابق جسم اور جنس پر حقیقی اختیار انسان کو نہیں بلکہ خالق کو حاصل ہے۔ لہٰذا یہاں انسانی حق کا مطلب "شرعی تقاضوں کے اندر آزادی" ہے۔[25]

قانونی اور معاشرتی نتائج میں فرق

- صنفی تبدیلی کے بعد فرد کو نئے قانونی حقوق دیے جاتے ہیں، جیسے نکاح، وراثت، روزگار اور شناختی دستاویزات میں تبدیلی۔ مغربی معاشروں میں اس سے خاندانی نظام کی روایتی شکل بدل رہی ہے۔
- صنف کی بنیاد پر احکام شریعت مثلاً نکاح، طلاق، عدت اور وراثت مرتب ہوتے ہیں۔ اگر صنفی تبدیلی خواہش کی بنیاد پر جائز قرار دے دی جائے تو یہ پورے قانونی و فقہی ڈھانچے کو متاثر کر دے گی۔ اسی وجہ سے شریعت اسے تسلیم نہیں کرتی۔[26]

خنثیٰ اور ٹرانس جینڈر میں فرق

اسلامی فقہ نے خنثیٰ کے احکام تفصیل سے بیان کیے ہیں اور اس کے لیے احتیاطی تدابیر وضع کی ہیں۔ لیکن معاصر ٹرانس جینڈر تحریک عموماً ایسے افراد کے لیے ہے جو پیدائشی طور پر واضح طور پر مرد یا عورت ہوتے ہیں لیکن اپنی ذہنی یا جذباتی کیفیت کی بنیاد پر صنف تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ فرق بین الاقوامی قوانین میں کم نمایاں ہے جبکہ اسلامی قانون میں یہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔

آزادی بمقابلہ حدود

24۔ القرآن الکریم، سورۃ الأحزاب، 72:.

25۔ فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، بیروت: دار الفکر، 1999، ج25، ص321۔

26۔ ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، قاہرہ: دار السلام، 2006، ص143۔

بین الا قوامی قوانین میں آزادی کی کوئی مطلق حد نہیں، بلکہ فرد کی خواہش کو قانون کا ماخذ مانا جاتا ہے۔ اس کے نتیجے میں صنفی تبدیلی نہ صرف قانونی حق بن گئی بلکہ معاشرتی سطح پر بھی قبولیت حاصل کر رہی ہے۔ اسلام میں آزادی ایک **محدود قدر** ہے جو اللہ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے معنی خیز ہے۔ چنانچہ صنفی تبدیلی ان حدود کو توڑنے کے مترادف ہے اور اسے "تحریفِ فطرت" سمجھا جاتا ہے۔[27]

اسلامی قانون میں جنس محض جسمانی شناخت نہیں بلکہ اخلاقی اور شرعی ذمہ داریوں کا تعین بھی ہے۔ نماز، روزہ، نکاح، پردہ، وراثت سب صنف کی بنیاد پر متعین ہوتے ہیں۔ صنف کی تبدیلی ان ذمہ داریوں کو غیر مستحکم کر دیتی ہے۔ بین الا قوامی قوانین میں اخلاقیات کا تعلق فرد کی خواہش اور معاشرتی قبولیت سے ہے، جس کے نتیجے میں شریعت کی طرح کوئی جامع اخلاقی ڈھانچہ موجود نہیں رہتا۔[28]

دلچسپ بات یہ ہے کہ بین الا قوامی قوانین اور اسلامی قانون دونوں نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ بعض افراد (Intersex/خنثیٰ) فطری طور پر صنفی ابہام کے ساتھ پیدا ہوتے ہیں اور ان کی طبّی بنیاد پر صنفی وضاحت ضروری ہے۔ اس مشترکہ پہلو سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دونوں نظام حقیقت پسندانہ سطح پر ابہام کو مانتے ہیں، مگر "خواہشاتی تبدیلی" پر ان کے رویے مختلف ہیں۔

1. اسلامی قانون میں خواہش پر مبنی صنفی تبدیلی ناقابلِ قبول ہے جبکہ بین الا قوامی قوانین میں یہ بنیادی حق ہے۔
2. خنثیٰ کی حالت دونوں نظاموں میں جائز طبی مداخلت کے ذریعے حل کی جاتی ہے۔
3. معاشرتی سطح پر مغرب میں خاندان اور نکاح کے تصورات بدل رہے ہیں جبکہ اسلامی معاشرے ان کو محفوظ رکھنا چاہتے ہیں۔
4. شریعت صنفی تبدیلی کو "حدود اللہ" کے منافی قرار دیتی ہے جبکہ بین الا قوامی قانون اسے آزادی کا اظہار سمجھتا ہے۔

سفارشات

تبدیلِ جنس کے حوالے سے بین الا قوامی قوانین اور اسلامی قانون کے تقابلی مطالعے کے بعد یہ بات سامنے آتی ہے کہ اس مسئلے پر نہ صرف فکری اور قانونی سطح پر اختلاف موجود ہے بلکہ عملی زندگی میں اس کے اثرات بھی بہت گہرے ہیں۔ اس پس منظر میں چند سفارشات درج کی جاتی ہیں تاکہ علمی مباحث، قانونی پالیسی سازی اور معاشرتی اصلاح کے لیے رہنمائی فراہم کی جا سکے۔

1۔ اسلامی فقہاء اور طبّی ماہرین کے درمیان ایک مربوط مکالمہ ہونا چاہیے تاکہ خنثیٰ اور ٹرانس جینڈر افراد کے حقیقی مسائل کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ بعض صورتوں میں صنفی ابہام محض نفسیاتی نہیں بلکہ طبی ہوتا ہے، اس لیے شریعت اور سائنس کو باہم جوڑنے کی ضرورت ہے۔[29]

2۔ قانونی اور سماجی سطح پر یہ واضح کیا جانا ضروری ہے کہ خنثیٰ (intersex) اور ٹرانس جینڈر (gender identity-based) دو مختلف زمروں سے تعلق رکھتے ہیں۔ خنثیٰ کے لیے طبی بنیاد پر صنفی وضاحت شرعی طور پر درست ہے، جبکہ خواہشاتی تبدیلی کو اسلامی قانون جائز قرار نہیں دیتا۔ یہ فرق قانون سازی اور عوامی آگاہی دونوں میں نمایاں ہونا چاہیے۔[30]

3۔ مسلم ممالک کو چاہیے کہ اقوام متحدہ اور دیگر عالمی فورمز پر اسلامی نقطہ نظر کو مؤثر انداز میں پیش کریں۔ انسانی حقوق کی تعریف میں یہ وضاحت شامل ہونی چاہیے کہ آزادی مطلق نہیں بلکہ فطرت اور اخلاقی حدود کے اندر ہے۔ اس کے لیے اسلامی تعاون تنظیم (OIC) اور مجمع الفقہ الاسلامی کو مزید فعال کردار ادا کرنا ہوگا۔[31]

---

[27] ۔ یوسف القرضاوی، الاسلام حضارۃ الغد، قاہرہ: دار الشروق، 2000، ص 78۔

[28] ۔ Tariq Ramadan, Islam and the Arab Awakening, Oxford University Press, 2012, p. 64.

[29] ۔ Wahbah al-Zuhayli, Al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhu, Damascus: Dar al-Fikr, 1997, Vol. 10, p. 555.

[30] ۔ محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008، ج 2، ص 322۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

4۔ پاکستان اور دیگر مسلم ممالک میں ٹرانس جینڈر افراد کے بنیادی انسانی حقوق (تعلیم، صحت، روزگار) کو یقینی بنانا ضروری ہے، لیکن صنفی تبدیلی کو محض خواہش کی بنیاد پر قانونی حیثیت دینا معاشرتی اور شرعی مشکلات پیدا کرے گا۔ اس لیے قانون سازی کرتے وقت اسلامی فقہ کی روشنی میں "تیسری جنس" کو الگ شناخت دے کر ان کے حقوق کی حفاظت کی جاسکتی ہے۔[32]

5۔ عوامی سطح پر یہ تاثر قائم ہونا چاہیے کہ ٹرانس جینڈر یا خنثیٰ افراد معاشرے کا حصہ ہیں اور انہیں عزت و احترام دینا شریعت کا تقاضا ہے۔ ان کے ساتھ امتیاز اور ظلم اسلامی اصولوں کے خلاف ہے۔ تاہم، اس کے ساتھ یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ خواہش پر مبنی صنفی تبدیلی اسلامی معاشرت میں قبول نہیں۔[33]

6۔ جامعات اور ریسرچ اداروں کو چاہیے کہ وہ اس موضوع پر مزید تحقیقی کام کریں تاکہ اسلامی قانون کے اصولوں کو جدید قانونی مباحث میں مؤثر طریقے سے پیش کیا جاسکے۔ فقہ، سوشیالوجی، میڈیکل سائنس اور قانون کے ماہرین کو مشترکہ ریسرچ پروجیکٹس میں شامل کرنا مفید ہوگا۔

7۔ اسلامی دنیا کو چاہیے کہ مغربی ماہرین قانون اور انسانی حقوق کے ساتھ علمی سطح پر مکالمہ کرے۔ اس مکالمے میں اسلامی موقف کو دلیل، تحقیق اور مقاصدِ شریعت کے تناظر میں پیش کیا جائے تاکہ بین الاقوامی مباحث میں توازن اور شراکت پیدا ہو۔

1. فقہاء اور طبّی ماہرین کے درمیان مکالمہ قائم کیا جائے۔
2. خنثیٰ اور ٹرانس جینڈر میں قانونی و سماجی فرق واضح کیا جائے۔
3. بین الاقوامی فورمز پر اسلامی موقف کو مضبوطی سے پیش کیا جائے۔
4. قومی سطح پر ایسی قانون سازی ہو جو شریعت کے مطابق حقوق کی ضمانت دے۔
5. معاشرتی سطح پر ٹرانس جینڈر افراد کو عزت دی جائے لیکن خواہشاتی تبدیلی کو فروغ نہ دیا جائے۔
6. تحقیقی ادارے اس موضوع پر مزید علمی کام کریں۔
7. عالمی مکالمے میں اسلامی دنیا فعال کردار ادا کرے۔

حوالہ جات:

1. النجم:45
2. السرخسی، المبسوط، بیروت: دارالمعرفۃ، 1993، ج29، ص69۔
3. محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008، ج2، ص312۔
4. النساء:119
5. علاء الدین کاسانی، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1986، ج7، ص134۔
6. ابن قدامہ، المغنی، بیروت: دار الفکر، 1997، ج9، ص369۔
7. مجمع الفقہ الاسلامی، قرارات وتوصیات، جدہ: او آئی سی، 1990، ص112۔
8. الشاطبی، الموافقات فی اصول الشریعۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 1997، ج2، ص15۔

[31] ۔ مجمع الفقہ الاسلامی، قرارات وتوصیات، جدہ: او آئی سی، 1990، ص115۔

[32] ۔ Supreme Court of Pakistan, Khawaja Sara Rights Case Judgment, PLD 2012 SC 151 ۔

[33] ۔ یوسف القرضاوی، فقہ الاولویات، قاہرہ: دارالشروق، 1995، ص89۔

AL-AASAR Journal
Quarterly Research Journal
www. al-aasar.com

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

9. محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008، ج2، ص317۔
10. یوسف القرضاوی، الحلال والحرام فی الاسلام، قاہرہ: مکتب وہبۃ، 1994، ص120۔
11. Supreme Court of Pakistan, Khawaja Sara Case Judgment, PLD 2009 SC 217۔
12. فخر الدین رازی، مفاتیح الغیب، بیروت: دارالفکر، 1999، ج25، ص321۔
13. ابن عاشور، مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ، قاہرہ: دارالسلام، 2006، ص143۔
14. محمد بن ادریس شافعی، الام، بیروت: دارالمعرفۃ، 1990، ج4، ص218۔
15. یوسف القرضاوی، الاسلام حضارۃ الغد، قاہرہ: دارالشروق، 2000، ص78۔
16. محمد تقی عثمانی، فقہی مقالات، کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 2008، ج2، ص322۔
17. مجمع الفقہ الاسلامی، قرارات وتوصیات، جدہ: او آئی سی، 1990، ص115۔

18. Al-Azhar Fatwa Committee Decision on Gender Reassignment Surgery, Cairo, 1988 .
19. Universal Declaration of Human Rights, United Nations, 1948, Article 1–3
20. Tariq Ramadan, Islam and the Arab Awakening, Oxford University Press, 2012, p. 64.
21. Wahbah al-Zuhayli, Al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhu, Damascus: Dar al-Fikr, 1997, Vol. 10, p. 555.
22. Supreme Court of Pakistan, Khawaja Sara Rights Case Judgment, PLD 2012 SC 151-
23. Jack Drescher, "Gender Identity and Human Rights," International Journal of Transgenderism 13, no. 1 (2011) 18.
24. United Nations, Universal Declaration of Human Rights, 1948, Article 1
25. Yogyakarta Principles, Principles on the Application of International Human Rights Law in Relation to Sexual Orientation and Gender Identity (2007.(
26. United Nations, International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR), 1966, Article 26-
27. Yogyakarta Principles, Principles on the Application of International Human Rights Law in Relation to Sexual Orientation and Gender Identity, 2007-
28. European Court of Human Rights, Goodwin v. United Kingdom, Application no. 28957/95, Judgment of 11 July 2002.
29. National Legal Services Authority v. Union of India, AIR 2014 SC 1863-
30. Government of Pakistan, Transgender Persons (Protection of Rights) Act, 2018-

دیگر حوالہ جات

اقوامِ متحدہ۔ عالمی اعلامیہ برائے حقوقِ انسانی (UDHR) ۔1948ء۔

اقوامِ متحدہ۔ بین الاقوامی عہد نامہ برائے شہری و سیاسی حقوق (ICCPR) ۔1966ء۔

اقوامِ متحدہ۔ بین الاقوامی عہد نامہ برائے معاشی، سماجی و ثقافتی حقوق (ICESCR) ۔1966ء۔

انٹر نیشنل کمیشن آف جیور سٹس۔ یوگیاکارٹا اصول برائے جنسی رجحان اور صنفی شناخت۔2006ء۔

Vol. 2, No. 3 (2025)
Online ISSN: 3006-693X
Print ISSN: 3006-6921

یورپی عدالت برائے انسانی حقوق۔ کرسٹین گڈون بنام برطانیہ، مقدمہ نمبر 28957/95، فیصلہ 11 جولائی 2002ء۔

بھارتی سپریم کورٹ۔ نیشنل لیگل سروسز اتھارٹی بنام یونین آف انڈیا NALSA) کیس (،رِٹ پٹیشن (سول) نمبر 400/2012، فیصلہ 15 اپریل 2014ء۔

حکومتِ پاکستان۔ ٹرانس جینڈر پرسنز (تحفظِ حقوق) ایکٹ۔ اسلام آباد: قومی اسمبلی پاکستان، 2018ء۔

سپریم کورٹ امریکہ۔ اوبرگفیل بنام ہوجز،(2015) 644 .576 U.S۔

علی، شاہین سردار۔ اسلام اور بین الاقوامی قانون میں جنس اور انسانی حقوق: اللہ کے سامنے مساوی، انسان کے سامنے غیر مساوی؟۔ ہیگ: کلُوور لاء انٹرنیشنل، 2000ء۔

کمالی، محمد ہاشم۔ شریعت لا: ایک تعارف۔ آکسفورڈ: ون ورلڈ پبلی کیشنز، 2008ء۔

ایسپوزیتو، جان ایل، ونتاناجے ڈی لانگ-بیس۔ مسلم عائلی قوانین میں عورت۔ نیویارک: سائراکیوز یونیورسٹی پریس، 2001ء۔